نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24/اکتوبر 1997ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کی:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ (العنکبوت:46)

پھر فرمایا:

گزشتہ دو خطبوں میں میں نے نماز کی طرف جماعت کو توجہ دلائی تھی، نماز باجماعت کی طرف، خصوصیت کے ساتھ ان نمازوں کی طرف جو کاموں کے درمیان پڑتی ہوں جن کی خاص طور پر حفاظت کا قرآن کریم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس سلسلے میں آج یہ تیسرا خطبہ ہے اور اس کو بھی میں نماز ہی کی اہمیت سے متعلق وقف رکھوں گا۔ پھر انشاء اللہ آئندہ جو خطبہ آنے والا ہے اس میں تحریک جدید کا نیا سال شروع ہونا ہے اس کا ذکر ہوگا۔ پھر دوسرے امور بہت سے ہیں جو اپنی توجہ کھینچتے ہیں۔ ضمناً کبھی کبھی نماز کا ذکر آئندہ خطبوں میں بھی چلتا رہے گا کیونکہ یہ بہت اہم مضمون ہے۔ انسانی زندگی کی جان ہے نماز، انسان کو پیدا کرنے کے مقاصد میں سے اول مقصد یہ ہے۔

جس آیت کی آج میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ سورۃ العنکبوت کی چھیالیسویں

آیت ہے۔اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ کہ جو کچھ تجھ پر خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا جا رہا ہے کتاب میں سے، اس کی تلاوت کر وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ اور نماز کو قائم کر۔ گویا جو کچھ بھی کتاب میں وحی کیا جا رہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ باقی ساری باتیں ضمنی اور نسبتاً ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ یقیناً نماز فحشاء سے منع کرتی ہے اور منکر سے منع کرتی ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کا ذکر سب سے بڑا ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

یہاں قرآن کریم نے دو باتیں ایسی بیان فرمائی ہیں جن کو ہم نماز کی نشانی کے طور پر بھی لے سکتے ہیں۔ بسا اوقات انسان کے ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ میری نمازیں مقبول ہوئی ہیں کہ نہیں۔ اس کا آسان حل اس آیت نے تجویز فرما دیا ہے۔ نماز میں تو یہ خوبی ہے کہ وہ فحشاء اور منکر سے روکتی ہے۔ اگر نمازیں پڑھنے کے بعد تم پھر فحشاء اور منکر میں مبتلا ہو جاؤ تو ثابت ہوا کہ تم نے نماز نہیں پڑھی کچھ اور پڑھا ہے۔ یہ ایک ایسا رابطہ قرآن کریم نے ان دو چیزوں کا قائم فرمایا ہے کہ اس پر جتنا بھی غور کریں اور مزید عارفانہ مضامین آپ کو سمجھ آنے لگیں گے۔ چند باتیں اس سلسلے میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ فحشاء ہر اس بدی کو کہا جا سکتا ہے جو وبا کی حیثیت رکھتی ہو اور جو پھیلنے والی ہو۔ فحشاء کا ایک معنی ہر قسم کی بے حیائی بھی لیا گیا ہے اور قرآن کریم نے اس لفظ کو مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے لفظ فحشاء میں اس بدی کا ذکر ملتا ہے جو کھل جائے، جو سوسائٹی کا حصہ بن جائے، جو اور لوگوں کے دل بھی بڑھائے کہ وہ اس بدی میں مبتلا ہوں اور نزلہ زکام اور ایسی وباؤں کی طرح اگر ایک دفعہ سوسائٹی میں پھیلیں تو پھر پھیلتی چلی جائیں۔ ہر وہ بدی جو یہ مزاج رکھتی ہو اس کو فحشاء کہا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ بڑی ہو خواہ وہ چھوٹی ہو۔

تو سب سے پہلی بات نماز کی قبولیت کی نشانی یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تمہارے اندر کوئی ایسی بدی باقی نہیں رہنے دے گی جس کا نقصان دوسروں کو پہنچ سکے اور مسلم کی تعریف بھی تو یہی ہے اور مومن کی تعریف بھی تو یہی ہے۔ مسلم وہ ہے جو دوسرے کو امن دے، جو دوسروں کو سلامتی پہنچائے اور مومن وہ ہے جو دوسروں کو امن دے۔ تو اگر کسی ذات سے گناہ کی وبائیں پھیلتی ہوں، اس کے عمل

سے دوسروں کو بری باتوں کی جرأت ہوتی ہو تو یہ بات اس کے مومن ہونے کے بھی خلاف ہے، اس کے مسلم ہونے کے بھی خلاف ہے۔ تو نماز کی ایسی نشانی جس کو ہر انسان پہچان سکتا ہے وہ یہ ہے ورنہ لوگ وہموں میں مبتلا رہتے ہیں کہ تمہاری نمازوں کی کیا آواز ہے؟ وہ کیا فتویٰ دے رہی ہیں؟ اور یہ سادہ سی پہچان روزمرہ کی زندگی میں انسان میں پائی جاتی ہے۔ ہزار ہا ایسی برائیاں ہیں جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ برائیاں آگے دوسروں کو لگنے والی ہیں اور اس میں جو احتیاط برتی جائے اس میں اور منافقت میں ایک فرق ہے۔ منافقت ایسی بدی کو چھپانا ہے جس کے نتیجے میں انسان دنیا میں نیک مشہور ہو، دنیا کو بدی سے بچانا مقصود نہیں ہے۔ منافقت اس کوشش کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں انسان کے دعووں پر پردہ پڑا رہے، ان دعووں سے وہ بے نیاز ہو یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کی موجودگی اسے تکلیف نہ پہنچائے اور صرف اس لئے پردہ ڈالے کہ وہ داغ ظاہر ہو کر جو اس کا ایک تاثر معاشرے میں پیدا کرتے ہیں اس کے بالکل برعکس تاثر پیدا ہو۔ فحشاء بالکل اور چیز ہے۔ فحشاء انسان کی ایسی بیماریاں ہیں جن کے خلاف وہ جدوجہد کرتا ہے۔ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ بیماریاں اس سے ہٹ جائیں لیکن جب تک نہیں ہٹتیں وہ اس غرض سے انہیں چھپاتا ہے کہ میری اولاد، میری بیوی، میرے بچے انہی بیماریوں میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ پس یہ فرق ہے فحشاء اور منافقت کے مضمون میں۔ پس ہر انسان اپنی ذات کو اپنی ذات ہی سے پہچان سکتا ہے کہ اس کی عادتیں اسے فحشاء کا مرتکب تو قرار نہیں دے رہیں۔ ایک انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو کئی دفعہ چھپا کے بولتا ہے، کئی دفعہ کھلے اظہار کے طور پر بات کرتا ہے۔ اب یہ ایک ایسی مثال ہے جو ان دونوں چیزوں میں فرق کر دے گی۔ ایک انسان جھوٹ بولتا ہے کسی دوسرے کو دھوکہ دینے کے لئے، یہ اپنی ذات میں ایک گناہ ہے لیکن وہ سمجھتا ہے کہ اس کو پتا نہیں چلا اس لئے وہ جھوٹ بولنا فحشاء نہیں ہے وہ ایک اثم ہے، ایک ذنب ہے، ایک گناہ ہے۔ مگر اس جھوٹ بولنے کو فحشاء نہیں کہہ سکتے کیونکہ جب وہ جھوٹ بول کر کسی کو دھوکہ دیتا ہے تو مقصد یہ ہے کہ وہ سچ بول رہا ہے۔ تو جھوٹ کا اثر فحشاء نہیں ہوگا لیکن جب وہ گھر میں آ کے بتاتا ہے اپنے بیوی بچوں کو اور مزے لے لے کر بتاتا ہے یا اپنے دوستوں کو سوسائٹی میں مزے لے لے کے بتاتا ہے کہ اس طرح میں نے اس کو پاگل بنایا، اس طرح میں نے اس کو بے وقوف بنایا اور دیکھو میں کیسا چالاک ہوں میں کس طرح لوگوں کو دھوکے دے کر کیسے کیسے عارضی یا

دنیاوی فائدے حاصل کر لیتا ہوں، یہ فحشاء ہے۔ اگر کسی نے غلطی سے مجبوراً جھوٹ بولا ہو، ویسے تو جھوٹ کے لئے کوئی قابل قبول مجبوری نہیں ہے اور اسے دکھ محسوس ہوا ہو تو وہ اور قسم کا جھوٹ ہے، بالارادہ دھوکہ دینا یہ ایک اور قسم کا جھوٹ ہے۔ دونوں فحشاء نہیں ہیں۔ مگر جب دوسرے جھوٹ کا ذکر کرکے، جو بالارادہ دھوکہ دینے کے نتیجے میں بولا جاتا ہے، انسان اپنی بڑائی لوگوں میں بتاتا ہے تو یہ فحشاء ہے اور جو پہلی قسم کا جھوٹ ہے جو اس نے مجبوراً بول دیا ہو اس پہ تو وہ خود پچھتاتا ہے اس پہ فخر کیسے محسوس کر سکتا ہے، وہ فحشاء بن ہی نہیں سکتا۔ اس کے متعلق وہ لوگوں کو بتاتا نہیں پھرے گا کہ دیکھو میں ایسا گندہ آدمی ہوں کہ میں نے فلاں مصیبت کے وقت جھوٹ بول دیا۔ پس گناہوں کی تفریق کرنے کی عادت ڈالیں۔ ہر گناہ کا جو محرک ہے اس کو پہچاننے کی کوشش کریں اور یہ سفر اپنی ذات کا سفر ہے۔ اپنی ذات کے سفر کے بغیر آپ کو خود اپنا چہرہ بھی صحیح دکھائی نہیں دے سکتا اور اپنی ذات کے سفر کے بغیر یہ باتیں معلوم نہیں ہو سکتیں جو قرآن کریم نے یہاں بیان فرمائیں کہ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ تم کس حد تک فحشاء سے بچ سکے ہو اور جیسا کہ میں نے ایک مثال جھوٹ کی دی ہے ویسی ہی بکثرت دوسری مثالیں دی جا سکتی ہیں جن میں انسان فحشاء میں مبتلا ہوتے ہوئے بھی جانتا نہیں کہ میں مبتلا ہوں لیکن اگر اس نے نمازیں پہچانی ہیں کہ میری نمازیں کیا ہیں تو پھر اسے غور کرنا ہوگا اور جب وہ غور کرے گا تو اس کا اپنا چہرہ جو اس کے اپنے آئینے میں دکھائی دے رہا ہے اسے بتائے گا کہ تم نمازیں نہیں پڑھ رہے تھے کچھ اور کر رہے تھے۔

دوسرا پہلو اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ فحشاء میں مبتلا لوگوں کی نماز کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی۔ نماز میں قیام ضروری ہے اور جو لوگ فحشاء میں مبتلا ہوں ان کے لئے نماز کا قیام بڑا مشکل کام ہے کیونکہ فحشاء ان کو اپنی طرف کھینچے گی اور بار بار ان کی نماز کو گرادے گی۔ پس یہ دوسری مصیبت ہے جس کا ذکر قرآن کریم نے اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ اگر تم نے نماز پڑھنی ہے تو نماز اور فحشاء کا ٹکراؤ ہے۔ قیام نماز کے لئے ضروری ہے کہ تم فحشاء سے باز آجاؤ۔ اگر نہیں آؤ گے تو عمر بھر کی نمازیں رائیگاں جائیں گی، ان کا کچھ بھی فائدہ تمہیں نہیں پہنچے گا۔

وَالۡمُنۡكَرِ منکر ناپسندیدہ باتوں کو کہتے ہیں جنہیں عام معاشرہ بھی ناپسندیدہ سمجھتا ہے تو محض فحشاء سے بچ جانا کافی نہیں۔ منکر جو اس کے مقابل پر نسبتاً ادنیٰ درجے کی احتیاط ہے یعنی جس کو

بری باتیں عرف عام میں کہا جاسکتا ہے، ان سے بچنا۔ ان سے بھی نماز روکتی ہے یعنی نماز کے بعد ایک نمازی کے اندر ایک وقار پیدا ہونا چاہئے۔ اگر وہ نماز مقبول ہوئی ہے تو اس کی عادات واطوار میں، اس کے رہن سہن میں ایک وقار پیدا ہو جائے گا جو قرب الٰہی کے نتیجے میں پیدا ہونا لازم ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ کی سوسائٹی اچھی ہو اور اس سوسائٹی کو آپ اچھا سمجھتے بھی ہوں اور پھر آپ میں اس سوسائٹی کی خُو بُو نہ پائی جائے۔ جن لوگوں میں انسان چلتا پھرتا ہے ان کے رنگ بھی اختیار کرتا ہے۔ ایک شاعر نے کہا ہے کہ گُل کی مٹی میں بھی گُل کی خوشبو آجاتی ہے اور یہ گُل کی تاثیر ہے تو نماز کی تاثیر یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ نماز تو تمہیں خدا کے قریب کرنے کے لئے ہے۔ اگر نماز قائم ہو گئی ہو اور تم خدا کے قریب ہو رہے ہو تو ہر وہ حرکت جو وقار کے منافی ہے اور خدا کی عظمت اور شان کے منافی ہے اس حرکت کو نماز تم سے دور کرتی چلی جائے گی۔ یہ ایسی پہچان نہیں ہے جس کے لئے بہت بڑے عارفانہ غور کی ضرورت ہو۔ یہ ایسی پہچان ہے جس کو آپ خود روزمرہ جان سکتے ہیں۔ نماز کے لئے نکلے اور بیہودہ حرکتیں اور فضول باتیں شروع کر دیں۔ آپ کو پتا نہیں لگ سکتا کہ میں بیہودہ حرکتیں کر رہا ہوں اور فضول باتیں کر رہا ہوں اور اس وقت کی پڑھی ہوئی نماز آپ کو اپنے سے دور کر دے گی۔ یعنی بظاہر آپ نماز کا قیام کر رہے ہوں گے مگر نماز گرانے والے بنیں گے اور یہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ نماز کو قائم کرنے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو نماز قائم کرتی ہے۔ نماز کو گرانے والے ہی وہ لوگ ہیں جن کو خود نماز گراتی ہے۔ پس یہ ایسا ردعمل ہے جو طبعی طور پر خود بخود ظاہر ہو رہا ہے۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور ان سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اگر نماز قائم ہو تو وہ ذکر اللہ سے بھر جائے گی۔ اگر نماز قائم ہو تو ذکر اللہ سے صرف نماز ہی نہیں بھرے گی بلکہ ایسے شخص کے دن رات ذکر الٰہی سے بھر جائیں گے۔ یہاں تک کہ اس کو کسی دوسری چیز کی فرصت نصیب نہیں ہوگی۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ اور یاد رکھو کہ اللہ خوب جانتا ہے جو تم کام کرتے ہو یعنی اکثر اپنے اعمال سے انسان غافل رہتا ہے مگر خدا تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہ سورۃ العنکبوت کی چھیالیسویں آیت تھی جس کا میں نے ترجمہ اور مختصر تشریح کی ہے۔ اب میں حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے بعض ارشادات نماز ہی کے متعلق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب قیام اللیل

سے لی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جو رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنی بیوی کو اٹھائے۔ اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑ کے تا کہ وہ اٹھ کھڑی ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس کی بیوی رات کو اٹھے، نماز پڑھے اور اپنے میاں کو جگائے۔ اگر اس نے اٹھنے میں پس و پیش کیا تو اس کے چہرے پر پانی چھڑ کے تا کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔

اب ان سادہ سے الفاظ میں بعض باتیں مضمر ہیں جن کو کھولنا ضروری ہے۔ پہلی بات آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ 'نماز پڑھے اور پھر اٹھائے' جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تہجد ادا کرے جس کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا ساتھی بھی اٹھایا جائے اور اگر وہ اپنے ساتھی کو تہجد کے لئے اس لئے نہ اٹھائے کہ اس کی خواہش نہیں ہے تو یہ عین مناسب ہے۔ لازماً، زبردستی نوافل کے لئے کسی کو اٹھانا یہ درست نہیں ہے۔ پس دیکھیں کیسے خوبصورت الفاظ ہیں کہ اٹھے، نماز پڑھے اور پھر اپنے ساتھی کو اٹھائے۔ وہ فرض نماز ہے جس کے لئے اٹھایا جا رہا ہے۔

اور فرمایا، اگر وہ اٹھنے میں پس و پیش کرے تو اس کے منہ پر پانی چھڑ کے۔ یہ پانی چھڑکنے کا مضمون بتا رہا ہے کہ وہ مرد یا وہ عورت جن کا ذکر چل رہا ہے ان دونوں کی نیت نماز کی ہے۔ وہ ارادۃً نماز چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اس لئے پانی چھڑکنا ان پر زبردستی نہیں حالانکہ وہ بالغ ہیں، جوان ہیں، اپنے اعمال کے ذمہ دار ہیں۔ پانی چھڑکنا بتا رہا ہے کہ انہوں نے درخواست کر رکھی ہے کہ اگر ہم سے نہ اٹھا جائے تو پانی چھڑکنا۔ اگر یہ مضمون اس میں مضمر نہ ہوتا تو نماز کے وقت تو دنگا فساد برپا ہو جاتا۔ کوئی عورت نیک بی بی کسی بد بخت خاوند کے منہ پر روزانہ چھینٹے مار کے اس کو اٹھائے جس کا نماز میں دل ہی نہیں، جس کی نیت ہی نہیں ہے وہ تو آگے سے جوتی لے کر پڑے گا۔ تو یہ کلام خود بولتا ہے کہ میں نبی کا کلام ہوں اس لئے روایات میں راوی سے بہت زیادہ اہمیت مضمون کو دینی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کے منہ کی باتیں خود بولتی ہیں کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام ہوں۔ ان باتوں میں جب بھی کسی غیر بات کی آمیزش ہو وہ خود بول پڑتی ہے کہ میں اس رسولؐ کا کلام نہیں ہو سکتا۔ پس بسا اوقات اچھے راویوں سے بعض روایتیں ہیں جن میں الفاظ بدلنے کے نتیجے میں کچھ ایسی کمزوریاں دکھائی دیتی ہیں کہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کلام، اتنا حصہ کم سے کم، آنحضرت ﷺ کا کلام نہیں تھا۔ چنانچہ بہت سے راوی ایسے بھی ہیں جو احتیاط برتتے ہیں، کہتے ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے یہ الفاظ

تھے۔ جہاں تک میں نے سوچا ہے مجھے یہ لگتا ہے مگر ضروری نہیں، ہوسکتا ہے آنحضورؐ کے الفاظ کچھ اس سے مختلف ہوں۔ اس وجہ سے اختلاف روایت کی ہمیں سمجھ آ جاتی ہے۔

تو اس پر آپ غور کر لیں کہ جو پانی کے چھینٹے دئے جارہے ہیں یہ بتا رہے ہیں کہ دونوں میاں بیوی بنیادی طور پر نیک ہیں، چاہتے ہیں کہ ان کو اٹھایا جائے اور نیند کی غفلت حائل ہو جاتی ہے اور دونوں کے درجے الگ الگ ہیں۔ ایک تہجد گزار ہے اور دوسرا عام نمازی ہے اس کا Behaviour، اس کا سلوک ایک عام نمازی جیسا ہے۔ تو نماز قائم کرنے کے جو مختلف مراحل ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض اپنے ساتھیوں کی نماز بھی کھڑی کرو اور اس نماز کو کھڑا کرنے میں زبردستی نہیں ہے مگر ماحول کو اس طریق پر خطرات سے بچایا جا سکتا ہے۔ جب ایک بیوی خاوند کی نماز میں مددگار بن جائے، خاوند بیوی کی نماز میں مددگار بن جائے تو ظاہر بات ہے کہ ان لوگوں کی اولاد پر اس کا نیک اثر پڑے گا اور نماز سارے ماحول میں قائم ہوگی۔

ایک دوسری حدیث صحیح مسلم جلد اول **کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ** صفحہ: 75 سے لی گئی ہے۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک اور کفر کے قریب کر دیتا ہے یہ مضمون میں نے پچھلی دفعہ بھی بیان کیا تھا کہ نماز کو چھوڑنے والا شرک کی وجہ سے نماز کو چھوڑتا ہے اور بسا اوقات اسے معلوم نہیں ہوتا کیونکہ نماز اپنی ذات میں ایک ایسا اعلیٰ درجے کا روحانی مائدہ ہے جس میں لذت ہے اور اگر اس کے برعکس کوئی اور مائدہ زیادہ لذت والا نظر آئے تب انسان اس مائدہ کو یعنی اس دسترخوان کو چھوڑے گا۔ تو شرک کا مضمون تو پہلے ہی موجود ہے۔ نماز چھوڑ کر شرک میں مبتلا نہیں ہوتا، نماز اس لئے چھوڑتا ہے کہ مشرک ہے یعنی خدا تعالیٰ کے قرب کے مقابل پر غیر اللہ کے قرب کو زیادہ اہمیت دیتا ہے۔

اس مضمون پر جب علماء غور کرتے ہیں تو انہوں نے شرک کی مختلف قسمیں بنا رکھی ہیں۔ بعض کو کہتے ہیں شرک جلی اور بعض قسموں کو کہتے ہیں شرک خفی۔ جلی وہ ہے جو انسان کھلم کھلا شرک کرتا ہے۔ خدا کے سوا معبود ہیں، بتوں کی پرستش، چاند سورج کو خدا سمجھنا جیسا کہ آج کل بھی بہت سے مذاہب میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں یعنی انسان کو خدا کا شریک بنا لینا، قبروں کی پوجا کرنا یہ سب شرک

جلی ہیں۔شرک خفی یہ مضامین ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسان کو جو خود شرک میں مبتلا ہے اس کو بھی نہیں پتا چلتا کہ وہ شرک کر رہا ہے اس کو شرک خفی کہتے ہیں، جو چھپ گیا۔ پس ہر قسم کے شرک کو چھوڑنا ضروری ہے خواہ وہ ظاہر ہو، خواہ وہ چھپا ہوا ہو کیونکہ شرک کے ساتھ انسان کی روحانی زندگی بالکل تباہ ہو جاتی ہے، نہ وہ اس دنیا کے قابل رہتا ہے نہ آخرت کے قابل رہتا ہے۔ حضرت جابرؓ نے مختصر حدیث بیان فرمائی دو چار لفظوں کے اندر لیکن بہت گہری حقیقت سے ہمیں روشناس کرا دیا۔

اب میں ایک اور حدیث بخاری کی کتاب الجہاد سے پیش کرتا ہوں جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کی۔ کہتے ہیں میں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا، کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا، یعنی نماز کے لئے جو وقت مقرر ہے اس محل، اس وقت کے اوپر نماز پڑھنا خدا تعالیٰ کو پسند ہے، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ ؐ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا، پہلے خدا کا حق ہے پھر ماں باپ کا حق ہے اور خدا کے حق سے اگر ماں باپ کا حق بظاہر مجروح ہوتا ہو تو خدا کا حق ادا کرنا لازم ہے۔ ماں باپ سے باوجود اس کے کہ بے انتہا نیکی کی تعلیم دی گئی ہے اس وقت روگردانی کرنا اس لئے کہ اللہ کا حق اپنی طرف بلا رہا ہے یہ گناہ نہیں ہے بلکہ نیکی ہے۔ فرمایا نماز وقت پر ادا کرنا، ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ پھر میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا؟ آپ ؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کرنا یعنی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے پوری پوری کوشش کرنا۔

صحیح مسلم جلد دوم **کتاب الطھارۃ باب تبلغ العلیۃ حیث یبلغ الوضوءُ** صفحہ: 26 میں نماز سے متعلق ایک حدیث ان الفاظ میں درج ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتائیے۔ آپ ؐ نے فرمایا! (سردی وغیرہ کی وجہ سے مثلاً) دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا۔ یہ جو دل نہ چاہنا ہے اس میں سردی کا مضمون بھی داخل ہے اور بھی بہت سے مضامین داخل ہیں۔ کئی لوگوں کو سستی ہوتی ہے، کئی دفعہ زیادہ گرم پانی سے وضو کرنا پڑتا ہے جیسا کہ پرانے زمانے میں فریج وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے تو باہر گرم ٹوٹیوں سے بعض دفعہ وضو کرنا پڑتا تھا تو کافی گرم پانی ہوتا تھا اور بعض دفعہ سردیوں میں

بے انتہا ٹھنڈا ہو جاتا تھا۔ تو ایسی حالت میں وضو کرنا جب کہ طبیعت پر گراں گزرے۔ اگر طبیعت پر گراں نہ گزرے تو انسان وضو کرتا ہی ہے وہ بھی ایک نیکی ہے۔ مگر وہ نیکی جو اللہ تعالیٰ کو بطور خاص پسند ہے وہ یہ ہے کہ اللہ کی خاطر اپنی ناپسندیدہ باتیں اختیار کر لینا جو خدا کے ہاں پسندیدہ ہیں اور ”مسجد میں دور سے چل کر آنا“۔ اب یہ مطلب تو نہیں کہ آدمی مسجد سے باہر جائے اور دور جا کر پھر واپس آئے۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا گھر تو مسجد کے ساتھ تھا اور نزدیک سے آتے تھے مگر اگر بہت دور بھی ہوتا تب بھی آنا ہی تھا۔ تو اس لئے رجحان کی بات ہو رہی ہے۔ دور سے چل کر آنا، یعنی وہ شخص جس کو نماز اتنی پیاری ہو کہ اگر دور سے بھی آنا پڑے تو وہ نماز کے لئے حاضر ہو جائے گا“ اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا“ (صحیح مسلم کتاب الطهارة - باب فضل اسباغ الوضوء علی المکاره صفحہ: 488)

اب ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ رسول اللہ ﷺ کی عادت تھی۔ پس وہ جو دور سے آنے کا مفہوم میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں وہ اس دوسری بات نے کھول دیا ہے۔ دل اٹکا ہوا ہے جہاں بھی کہیں ہوگا انسان واپس وہیں پہنچے گا، یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے، یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا اور یہ بات آپؐ نے یعنی آنحضرت ﷺ نے دو دفعہ دہرائی۔

رباط کیا ہوتا ہے؟ آپ میں سے اکثر کو تو علم ہونا چاہئے رباط کے متعلق میں پہلے بھی کئی خطبوں میں ذکر کر چکا ہوں۔ اب میں دہراتا ہوں تاکہ رباط کا مضمون اچھی طرح سمجھ آ جائے۔ قرآن کریم نے مومنوں کی جماعت کی تعریف میں فرمایا ہے کہ وہ سرحد پر گھوڑے باندھتے ہیں۔ سرحد پر گھوڑے اس لئے باندھے جاتے ہیں تاکہ دشمن کو سرحد میں داخل ہونے سے پہلے مار بھگایا جائے اور لڑائی دشمن کی سرزمین میں ہو اپنی سرزمین میں نہ ہو کیونکہ سرحد پر بندھے ہوئے گھوڑے دور سے آتے ہوئے دشمن کو دیکھ لیتے ہیں اور ان کی طرف لپکتے ہیں، انتظار نہیں کرتے کہ وہ اپنی سرحد میں داخل ہو جائیں۔ یہ وہ دفاع کی ایک تکنیک، ایک دفاع کی ایسی حکمت عملی ہے جسے آج بھی نئی دنیا استعمال کر رہی ہے۔ تمام امریکن اور روسی اور اسی طرح دوسری بڑی طاقتوں کے جو دفاعی نظام ہیں ان میں دشمن پر نگاہ رکھنا کہ وہ ہماری سرحد کے قریب تو نہیں آ رہا یعنی ایسی حرکتیں تو نہیں کر رہا کہ جس کے نتیجے میں ہم پر حملہ ہو سکتا ہو اس صورت میں جب وہ ان کا نظام پہچان لیتا ہے کہ دشمن قریب آ رہا ہے تو پھر یہ انتظار نہیں کیا کرتے کہ وہ داخل ہو جائے پھر ہمیشہ اسے باہر نکل کر دوسری سرزمین میں پکڑتے ہیں

اور وہیں Destroy کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ جو لیزر کا نیا نظام بنا ہے یہ بھی اسی اصول کے تابع بنا ہے۔ مگر قرآن کریم میں اور آنحضرت ﷺ کے بیانات میں یہ ساری حکمتیں موجود ہیں۔ کوئی ایسی نئی ایجاد نہیں ہوسکتی جس کی بنیاد قرآن میں یا حدیث میں نہ ہو۔ پس دفاعی نظام کا ذکر فرماتے ہوئے آپؐ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قسم کا رباط ہے یعنی سرحد پر چھاؤنی قائم کرنا۔ جس شخص کا دل نماز میں اٹکا ہوا اس پر فحشاء اور منکر حملہ کر ہی نہیں سکتے۔ جہاں بھی کوئی چیز اس کے اٹکے ہوئے دل کو اپنی طرف کھینچے گی وہ متنبہ ہو جائے گا۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے نماز کے مضمون کو اس باریکی سے ہم پر کھولا ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کوئی دنیا کا کوئی رسول پیش کر کے دکھائے، ناممکن ہے کہ ان باتوں کا عشر عشیر بھی کسی اور رسول کی طرف کوئی انسان منسوب کر سکے خواہ کیسا ہی اس کا شیدائی کیوں نہ ہو۔ عبادت الٰہی جو انسانی روحانی زندگی کا مرکز ہے اس سے متعلق بہت کم باتیں ملتی ہیں اور ملتی ہیں تو نسبتاً سرسری۔ ہوسکتا ہے ان باتوں کو محفوظ ہی نہ کیا گیا ہو، لوگوں نے توجہ نہ کی ہو۔ مگر اب جو ہمیں تاریخ کے حوالے سے گزشتہ انبیاءؑ کی باتیں ملتی ہیں ان میں تو لازماً عبادت الٰہی کے متعلق عشر عشیر تو کیا اس کا سوواں حصہ بھی مذکور نہیں ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے قرآن کے حوالے سے بیان فرمایا۔

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں اور یہ حدیث بخاری کتاب الاذان سے لی گئی ہے۔ یعنی وہ لوگ جو مسجدوں میں آتے ہیں پہلے آ کے بیٹھتے ہیں ان کے فضائل کا ذکر ہے۔ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم چند ہم عمر نوجوان آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ بڑی دلچسپ روایت اس لحاظ سے ہے کہ اس زمانے میں ہم عمر نوجوان ٹولے بنا بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دوسری قسم کے ہم عمر، بڑے بھی آتے ہوں گے۔ مگر اب جو میں نے غور کیا تو دیکھا کئی دفعہ ایک مجلس سے، ایک جماعت سے ملتے جلتے مزاج کے لوگ اکٹھے آجایا کرتے ہیں، یہاں ٹھہرتے ہیں۔ تو یہ بنیادی طور پر وہی نیکی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں رائج ہوئی تھی اور اس کی کچھ مثالیں ہم اب اپنی زندگی میں بھی دیکھ رہے ہیں۔ عرض کرتے ہیں، بیس دن ٹھہرے۔ آپؐ نہایت نرم دل اور مشفق تھے۔ جب آپؐ نے محسوس فرمایا کہ اب ہم اپنے گھر کو واپس جانا چاہتے ہیں تو آپؐ نے ہم سے دریافت فرمایا کہ تمہارے

کون کون سے عزیز وطن میں ہیں۔ اب یہ بھی ایک عجیب اسلامی آداب کی تعلیم ہے۔ جو بڑی لطافت سے دی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ سے ان کو اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں پڑی اور وہ اجازت مانگنا ان کے دل پر گراں گزرتا ہوگا۔ مگر چونکہ انہوں نے اجازت نہیں مانگی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بات کو نظر انداز نہیں فرمایا کہ وہ تکلیف اٹھا رہے ہیں اور اب واپس جانے کی نیت ہوگی۔ تو یہ بات یوں بنتی ہے کہ آنحضرت ﷺ آنے والوں پر نظر رکھا کرتے تھے اور دیکھتے رہتے تھے کہ کب تک یہ شرح صدر کے ساتھ، خوشی کے ساتھ ٹھہر سکتا ہے اور کب کچھ تکلیف کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ پس وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے خود محسوس فرمایا کہ اب ہم شاید وطن کو لوٹنا چاہتے ہیں تو آپ نے اور رنگ میں بات پوچھی۔ یہ نہیں کہا کہ تم واپس جانا چاہتے ہو۔ فرمایا کون کون سے عزیز وطن میں ہیں، پیچھے کن کو چھوڑ آئے ہو۔ ہم نے حضور کو بتایا تو آپ نے فرمایا تم لوگ اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤ۔

اب یہ اجازت کا انداز بھی کیسا لطیف ہے۔ حیرت انگیز ان کو ان کا بہانہ دکھا دیا جو ان کے لئے ایک وجہ جواز بنتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کے جانا ان کے لئے شرم کا موجب نہ رہا کیونکہ خواہ مجبور بھی تھے مگر چھوڑ کر جانا ایک ان کے دل پر کوفت تھی۔ تو آپؐ نے ان کا جانا کتنا آسان فرما دیا۔ فرمایا ان کا بھی تو حق ہے جن کو پیچھے چھوڑ آئے ہو اس لئے واپس جاؤ اور یہ یہ باتیں جو تم نے مجھ سے سیکھی ہیں ان کو جا کے سکھاؤ۔ انہیں دینی احکام سکھاؤ اور انہیں ان پر عمل کرنے کے لئے کہو اور جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی طرح نماز پڑھتے رہو۔ یہ حقیقی نماز ہے اس طرح نماز کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہو تم میں سے کوئی اذان کہے اور جو تم میں سے بڑی عمر کا ہے وہ نماز پڑھائے۔ یہ جو لفظ بڑی عمر کا ہے اس نے مجھے متعجب کیا کیونکہ دوسری احادیث سے پتا چلتا ہے کہ خواہ چھوٹی عمر کا ہو جسے قرآن کریم زیادہ آتا ہو وہ نماز پڑھائے اور دوسرے یہ سارے ہم عمر ہی تھے۔ صاف راوی بیان کر رہا ہے کہ ہم ایک جیسی عمر کے تھے تو یہ حساب تو نہیں ہوگا کہ اس زمانے کی پیدائش کا حساب کریں کہ کون چند دن پہلے پیدا ہوا اور کون چند دن بعد پیدا ہوا لیکن ساتھ ہی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ راوی ابوقلابہؒ کہتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ نے مجھے یہ باتیں بتائی تھیں لیکن ان میں سے کئی باتیں بھول گیا ہوں۔ اب راوی کا تقویٰ ہمارے کام آ گیا۔ ان بھولی ہوئی باتوں میں یہ بھی تھی کہ رسول اللہ ﷺ قرآن کا علم زیادہ رکھنے والے کو امام بننے کا اہل قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض

دفعہ چھوٹا بچہ بھی بعض بڑی عمر کے صحابہؓ کو نماز پڑھایا کرتا تھا کیونکہ اس کو قرآن کریم زیادہ آتا تھا۔ پس یہ حدیثوں کے صحیح ہونے اور ان کے الفاظ کی صحت کے متعلق راویوں کی احتیاط کرنے کا ایک نمونہ ہے۔ ہر وہ حدیث جو اعلیٰ درجے کے مضامین قرآن کی مطابقت کے ساتھ رکھتی ہے اس کے متعلق ہرگز شک کی ضرورت نہیں کہ کوئی راوی کمزور ہے یا نہیں اور اگر مطابقت نہیں رکھتی تو کتنے ہی پکے راوی ہوں وہ حدیث وہاں مشکوک ہو جائے گی جہاں قرآن کے واضح احکامات سے منافی باتیں کر رہی ہوگی اور یہ ایک حدیث ہے، جو غالباً مجھے وقت مل جائے گا، پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اقتباس ہیں اگر ان کا وقت نہ بھی ملا تو آئندہ پھر کسی وقت ان اقتباسات کو میں دوبارہ آپ کے سامنے پیش کر دوں گا۔ اس سے نماز کا مضمون پھر تازہ ہو جائے گا اور ایک اور خطبہ اسی موضوع پر دینا ہوگا۔

بخاری **کتاب الصلوٰۃ فضل صلوٰۃ الجماعۃ** سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا بازار یا گھر میں نماز پڑھنے سے بیس گنا سے بھی کچھ زیادہ ثواب کا موجب ہے۔ اب اس حدیث کو میں نے اس حدیث کے بالکل ساتھ رکھ دیا ہے جس میں راوی نے اقرار کیا ہے کہ میں بھول گیا ہوں۔ یہاں راوی نے اقرار نہیں کیا لیکن یہ بیان دوسرے بیانات سے متضاد ہے۔ یعنی لفظ بیس گنا، اٹھائیس گنا، سو گنا، ہزار گنا، اتنے بکروں کی قربانی، اتنے جانوروں کی قربانی یہ سارے وہ مضامین ہیں جو بعد کے آنے والے راویوں کو اچھے لگا کرتے تھے اور وہ اپنی طرف سے بیچ میں باتیں ڈالا کرتے تھے۔ اس لئے اب میں کہہ سکتا ہوں کہ اپنی طرف سے ڈالتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں تو تضاد ہی کوئی نہیں اور نماز باجماعت کو جہاں فرض ہوتی ہے وہاں فرض ہی قرار دیتے ہیں۔ ایک فرض کے گرنے سے ساری نمازیں گر جاتی ہیں۔ اس لئے نماز باجماعت کے مقابل پر ایسے لوگوں کو نہیں سمجھایا جا سکتا کہ ان کے اکیلے نماز پڑھنے سے باجماعت نماز زیادہ اہم ہے کیونکہ اگر وہ باجماعت پڑھ سکتے ہیں تو اکیلا نماز پڑھنا نماز ہی نہیں ہے۔ یہ اندرونی تضاد ہے جو آنحضرت ﷺ کے دوسرے ارشادات کی روشنی میں ہمیں دکھائی دینے لگتا ہے۔ بڑی قطعیت کے ساتھ دوسری حدیثیں ہیں جو بتا رہی ہیں کہ جہاں نماز باجماعت قائم کی جا سکتی ہو وہاں اکیلی نماز ہوتی ہی نہیں سوائے اس کے کہ کوئی مجبوری حائل ہو۔ پس معلوم ہوتا ہے کچھ حصہ راوی بھول گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی

واضح مراد یہ ہے کہ نماز باجماعت کی اگر کسی کو توفیق نہ ہو، بیمار ہو، کوئی اور وجہ ہو تو باجماعت نماز نہ پڑھے مگر یہ یاد رکھے کہ ایک اچھے کام سے محروم رہا ہے۔ یہ احساس اس کو نماز باجماعت کی اہمیت یاد دلاتا رہے گا۔ پس جہاں زیادہ فائدہ مند، زیادہ ثواب کا موجب، جیسے الفاظ ملتے ہیں یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہوگا، لازم بات ہے کہ ایسا شخص جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتا اس کو یاد کرانے کے لئے نماز باجماعت کے کچھ فوائد ذہن نشین کرائے گئے ہوں لیکن عملاً کیا فرمایا تھا، کتنے گنا فرمایا تھا اس بحث میں ہمیں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

فرماتے ہیں، اور یہ اس لئے کہ جب ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ اب صاف تضاد یہاں ظاہر ہو گیا یعنی پہلے یہ ذکر کیا کہ اکیلے نماز سے دوسری جو اجتماعی نماز ہے وہ زیادہ ضروری ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ اس لئے ہے کہ اگر وضو کرے نماز کی نیت سے مسجد میں آئے۔ اگر نماز کی نیت سے وضو کر کے آ سکتا ہے تو اکیلی نماز تو پھر نماز ہی نہ رہی پھر بیس گنا کی بحث اٹھ جاتی ہے۔ اس لئے میں یہ استنباط کر رہا ہوں کہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی کے ذہن میں کچھ چیزیں مشتبہ ہو گئیں۔ یہ تو ہرگز بعید نہیں کہ ان لوگوں کے لئے جو نماز باجماعت نہیں پڑھ سکتے رسول اللہ ﷺ نے ان کے دلوں میں نماز باجماعت کی اہمیت ثابت کرنے کی خاطر، ان کے دلوں پر واضح کرنے کی خاطر کچھ الفاظ فرمائے ہوں لیکن اختیار نہیں رکھا کہ نماز پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے اور صرف یہ سمجھ لے کہ چلو میں نے چھوٹی نماز پڑھ لی ہے، کم فائدہ ہو جائے گا، اس کا اختیار انسان کو نہیں ہے۔

اب ہم اگلے حصے کو لیتے ہیں، ایک شخص اچھی طرح وضو کرے پھر نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد میں نہ لائے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمیں خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے کیونکہ بہت سے لوگ ہیں جو میٹنگز کے لئے مسجد آتے ہیں یہاں بھی اور جرمنی میں بھی اور جگہ بھی ان کا سارا سفر خواہ نیک کام کی خاطر ہو جماعتی میٹنگ کے لئے ہو یا عام کام کی خاطر ہو کسی مشاعرے یا شادی کے لئے آنا ہو تو پھر جو وہ نماز باجماعت پڑھتے ہیں تو آنحضرت ﷺ ان کی نماز باجماعت کو اصل نماز باجماعت قرار نہیں دے رہے۔ انہوں نے آنا ہی تھا روٹی کھانی تھی اور واپس چلے جانا تھا ساتھ اتفاق سے نماز باجماعت بھی ہو رہی تھی اس میں اگر کوئی

شامل نہیں ہوگا تو بالکل ہی بے حیاء ہوگا۔ جب نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے لوگوں کو تو پھر وہ کہے گا چلو نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ مگر اس کی اگر اتنی ہی نمازیں ہوں ساری عمر کی، کسی اور غرض سے مسجد میں پہنچا ہو اور وہاں نماز پڑھ لی ہو اور پھر کبھی بھی نہ آئے تو اس کو فکر کرنی چاہئے۔ ایسے لوگوں کو میری نصیحت ہے کہ کبھی کبھی اس عادت کو توڑنے کی خاطر خالصۃً نماز کی خاطر مسجد آیا کریں اور دوسرا یہ کہ ان کو ہم نے پہچانا ہے اس مسجد میں، ان دعوت ولیمہ میں شامل ہونے والوں کی نمازوں کو پہچاننا ہو تو ان کے اردگرد اگر کوئی مسجد ہو وہاں سے پہچانیں۔ اگر دو قدم پہ مسجد ہو اور وہاں نہ جائیں اور ولیمہ کھانے کے لئے بیس میل آجائیں اور پھر باجماعت نماز پڑھ کے، اپنے آپ کو نمازی سمجھ کے سر اٹھا کے چلیں تو یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذہانت کی لطافت دیکھیں کوئی پردہ باقی نہیں چھوڑا۔ ہر مشکل مضمون سے پردہ اٹھا کے ہمیں اپنے چہرے دکھا دئے ہیں۔ نماز کی نیت سے مسجد کی طرف آئے یعنی نماز کے سوا کوئی چیز اسے مسجد نہ لائے، نہ شادی نہ بیاہ نہ کوئی اور مقصد، نہ دینی میٹنگ۔ نماز ہی کی خاطر سے آئے تو ایسا شخص قدم نہیں اٹھاتا مگر اس کی وجہ سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا مسجد کی طرف آنا ہر قدم جو اسے مسجد کے قریب کرتا ہے اس کے درجے بڑھاتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مسجد میں جا پہنچتا ہے۔ پھر جب تک وہ نماز کی خاطر مسجد میں بیٹھا رہتا ہے گویا نماز ہی میں مصروف سمجھا جاتا ہے۔ کئی دفعہ بعض مجبوریوں سے نماز باجماعت دیر سے پڑھانی پڑتی ہے۔ وہ لوگ جو مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ اگر نماز کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ اللہ کے نزدیک گویا نماز میں مصروف ہیں اور بظاہر عبادت نہیں کر رہے مگر ان کا تمام عرصہ مسجد میں موجود رہنا ان کے حق میں ایک عبادت کے طور پر لکھا جاتا ہے اور فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر، اے اللہ اس کو بخش دے، اس کی توبہ کو قبول کر۔ یہ دعائیں اس وقت تک ہوتی رہتی ہیں جب تک وہ، آگے ترجمہ غلط کیا ہوا ہے اور یہ مضمون میں آپ کے سامنے کھول کے رکھنا چاہتا ہوں کہ یُحدِثُ کے الفاظ کا ترجمہ صرف وضو توڑنا کر دیا گیا، یہ بالکل غلط ہے۔ اس مضمون سے اس کا کوئی تعلق ہی نہیں۔ اس وقت تک وہ اس کے حق میں دعائیں قبول ہوتی ہیں جب تک وضو نہ ٹوٹ جائے۔ اس بے چارے کا کیا قصور۔ اگر اتفاق سے وضو ٹوٹ جائے تو دعائیں مقبول ہونی بند ہو گئیں؟۔ ترجمہ کرنے والے یہ بات سوچتے نہیں اگر وہ کوئی اچھی سی ڈکشنری اٹھاتے

اس میں لفظ ''اَحـدَثَ یُـحـدِثُ'' کا مضمون پڑھتے تو صاف بات کھل جاتی کہ ہر وہ حرکت جو نامناسب ہو، جو خدا کی طرف سے توجہ پھیر دے وہ احداث ہے اور گناہ بھی اس میں شامل ہیں گناہ کے خیالات بھی اس میں شامل ہیں۔ پس یُحدِثُ کا مطلب یہ ہے کہ بظاہر وہ عبادت کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا ہوا ہے مگر بعض ایسی باتیں کرتا ہے جو احداث کا مضمون رکھتی ہیں۔ اگر وہ باتیں شروع کر دیتا ہے کسی سے اور اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں کے ذکر الٰہی میں مخل ہو جاتا ہے تو اس کے حق میں فرشتوں کی یہ دعائیں کیوں قبول ہوں گی کہ اے اللہ اس کو بخش دے، اے اللہ اس کی توبہ قبول کر۔ تو یـحـدث کا جو اصل مضمون عربی لغت سے ملتا ہے وہ یہ مضمون ہے جس نے سارا مسئلہ حل کر دیا ورنہ ایک بہت ہی عجیب سی بات دکھائی دیتی کہ مسجد میں لوگ نعوذ باللہ من ذٰلک ہوائیں چھوڑ رہے ہیں اور اسی وقت ان کے متعلق دعائیں ختم ہو گئیں۔ ہوائیں مسجد میں چھوڑنا بھی احداث کا ایک حصہ ہے یعنی انسان کا فرض ہے کہ مسجد میں کوئی بدبو نہ پھیلائے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔ اگر اسے اٹھ کے باہر جانا ہے تو اسے باہر جانا چاہئے لیکن یُـحـدِث کا یہ مطلب نہیں ہے جو عام ترجمے میں ملتا ہے۔ یُحدِث کا مطلب ہے وہ ایسی نامناسب بات کرے جو اسے اللہ سے دور کرنے والی ہو۔ جب وہ ایسی نامناسب بات کرے گا تو فرشتوں کی دعائیں اس کے حق میں مقبول ہونی بند ہو جائیں گی۔

پس مسجد میں آنے والوں کے لئے میں اسی مضمون پر اب اس خطبہ کو ختم کرتا ہوں کہ اپنے مسجد میں آنے کا حساب کیا کریں اور کوشش کریں کہ آپ کا مسجد میں آنا آپ کے لئے ہمیشہ درجات کی بلندی کا موجب بنا رہے۔ مسجد میں بیٹھنا بھی درجات کی بلندی کا موجب بنے۔ مسجد میں بیٹھ کر ایسی باتیں نہ کیا کریں کہ بظاہر نماز کا انتظار ہو رہا ہے لیکن ایک دوسرے سے ہنسی مذاق کی باتیں ہو رہی ہیں یا اپنے مشاغل کی باتیں ہو رہی ہیں جو سارا ثواب ضائع کر دیں گی۔ پس جو اعلیٰ درجے کے مضامین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان پر غور کر کے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین